# از قلم: فاطمہ عطاء المصطفیٰ

صنف: آرٹیکل

عنوان: **استحصال ٹیکسوں کا خاتمہ**

کسی بھی ریاست کی معاشی ترقی، سماجی استحکام اور عوامی خوشحالی کا دارومدار اس کے ٹیکس نظام پر ہوتا ہے۔ ٹیکس ریاست کے لیے آمدن کا اہم ذریعہ ہیں، جن کے ذریعے تعلیم، صحت، دفاع اور دیگر بنیادی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ مگر جب یہی ٹیکس عوام کی فلاح کے بجائے ان پر بوجھ بن جائیں اور استحصال کا ذریعہ بننے لگیں تو وہ ریاست اور عوام کے درمیان خلیج کو مزید گہرا کر دیتے ہیں۔ پاکستان سمیت کئی ترقی پذیر ممالک میں استحصالی ٹیکسوں کا نظام ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے، جس نے غریب اور متوسط طبقے کی زندگی کو دشوار بنا دیا ہے۔ ایسے میں استحصالی ٹیکسوں کے خاتمے کی آواز محض ایک نعرہ نہیں بلکہ ایک معاشی اور اخلاقی ضرورت بن چکی ہے۔

استحصالی ٹیکس سے مراد وہ ٹیکس ہیں جو عوام کی آمدن، ضروریات اور حالات کو نظر انداز کرتے ہوئے نافذ کیے جائیں۔ یہ ٹیکس عموماً بالواسطہ نوعیت کے ہوتے ہیں اور اشیائے ضروریہ پر عائد کیے جاتے ہیں، جن کا بوجھ امیر اور غریب دونوں پر یکساں پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر سیلز ٹیکس، فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی اور پٹرولیم لیوی ایسے اقدامات ہیں جو غریب آدمی کی روزمرہ زندگی کو براہِ راست متاثر کرتے ہیں۔ ایک مزدور جو پہلے ہی محدود آمدن میں گزر بسر کر رہا ہو، جب وہ روٹی، دودھ، گیس اور بجلی پر بھاری ٹیکس ادا کرتا ہے تو یہ صورتِ حال کھلے عام استحصال کے زمرے میں آتی ہے۔

پاکستان میں ٹیکس نظام کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہاں براہِ راست ٹیکسوں کے بجائے بالواسطہ ٹیکسوں پر زیادہ انحصار کیا جاتا ہے۔ براہِ راست ٹیکس وہ ہوتے ہیں جو آمدن اور دولت کے مطابق وصول کیے جاتے ہیں، جیسے انکم ٹیکس یا ویلتھ ٹیکس۔ بد قسمتی سے ہمارے ہاں بڑے سرمایہ دار، جاگیردار اور بااثر طبقہ ٹیکس نیٹ سے باہر رہتا ہے،

جبکہ عام شہری ہر خریداری پر ٹیکس ادا کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ عدم مساوات معاشرتی ناانصافی کو جنم دیتی ہے اور عوام کے دلوں میں ریاست کے خلاف بے اعتمادی پیدا کرتی ہے۔

استحصالی ٹیکسوں کے نتیجے میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والا طبقہ غریب اور متوسط طبقہ ہے۔ مہنگائی میں اضافہ، قوتِ خرید میں کمی اور بنیادی سہولیات تک محدود رسائی ان ٹیکسوں کے براہِ راست اثرات ہیں۔ جب ایک عام آدمی کی آمدن کا بڑا حصہ ٹیکسوں اور بلوں کی ادائیگی میں صرف ہو جائے تو وہ تعلیم، صحت اور بہتر معیارِ زندگی کے خواب دیکھنے سے بھی قاصر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استحصالی ٹیکس غربت، بے روزگاری اور سماجی بے چینی میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔

یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ استحصالی ٹیکسوں نے ملکی معیشت کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔ زیادہ ٹیکسوں کے باعث کاروباری سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں، چھوٹے تاجر اور صنعت کار مالی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں روزگار کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔ جب کاروبار ترقی نہیں کرتے تو ریاست کی آمدن بھی متاثر ہوتی ہے، یوں ٹیکس کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ٹیکس نظام منصفانہ ہو تو نہ صرف معیشت مستحکم ہوتی ہے بلکہ عوام خوش دلی سے ٹیکس ادا کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

استحصالی ٹیکسوں کے خاتمے کے لیے سب سے پہلے ٹیکس نظام میں شفافیت اور انصاف کو یقینی بنانا ضروری ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ بالواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ کم کرے اور براہِ راست ٹیکسوں کے دائرۂ کار کو وسیع کرے۔ بڑے سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور ٹیکس چوروں کو قانون کے دائرے میں لانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ جب طاقتور طبقہ بھی ٹیکس ادا کرے گا تو ریاست پر عوام کا اعتماد بحال ہو گا۔

اس کے ساتھ ساتھ ٹیکس کی شرح عوام کی آمدن کے مطابق مقرر کی جانی چاہیے۔ کم آمدن والے طبقے کو ٹیکس میں رعایت دی جائے اور اشیائے ضروریہ کو مکمل یا جزوی طور پر ٹیکس فری قرار دیا جائے۔ تعلیم، صحت اور بنیادی

خوراک جیسی سہولیات پر ٹیکس لگانا کسی بھی صورت قابلِ قبول نہیں ہونا چاہیے۔ یہ وہ شعبے ہیں جو کسی بھی قوم کے مستقبل کا تعین کرتے ہیں، ان پر ٹیکس دراصل قوم کے مستقبل پر ٹیکس لگانے کے مترادف ہے۔ مزید برآں، ٹیکس کی شفاف تقسیم اور عوام کے ساتھ کھلے رابطے سے حکومت کی کارکردگی میں اعتماد بڑھتا ہے اور عوام خود کو ریاست کا حصہ سمجھتے ہیں۔

ٹیکس نظام میں اصلاحات کے ساتھ ساتھ عوامی شعور کی بیداری بھی ناگزیر ہے۔ عوام کو یہ احساس دلانا ضروری ہے کہ ٹیکس دینا ایک قومی فریضہ ہے، بشرطیکہ یہ ٹیکس منصفانہ اور شفاف طریقے سے وصول کیے جائیں اور ان کا درست استعمال ہو۔ جب عوام یہ دیکھیں گے کہ ان کے ادا کردہ ٹیکس تعلیم، صحت اور انفراسٹرکچر پر خرچ ہو رہے ہیں تو وہ خود کو استحصال کا شکار نہیں بلکہ ریاست کا شریکِ کار سمجھیں گے۔

ہمارے دین میں بھی عدل و انصاف اور آسانی کے اصول کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اس ضمن میں متعدد آیات ہیں جو عوام کے حقوق کے تحفظ اور ظلم سے بچنے کی تعلیم دیتی ہیں۔

قرآن مجید میں سورۃ الاعراف کی آیت 85 میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝

ترجمہ: "اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔"

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ کسی بھی شکل میں عوام کے حقوق سلب کرنا، خواہ وہ ٹیکس کے نام پر ہی کیوں نہ ہو، ظلم اور فساد کے زمرے میں آتا ہے۔

علاوہ ازیں سورۃ النحل کی آیت 90 ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۝

ترجمہ: "بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

اس آیت میں عدل اور انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ استحصالی ٹیکس عدل کے منافی ہیں، جبکہ منصفانہ ٹیکس نظام اسی قرآنی اصول کی عملی شکل ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت 286 ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

ترجمہ: "اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں ٹھہراتا۔"

یہ آیت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ عوام کی استطاعت سے بڑھ کر ٹیکس عائد کرنا ناانصافی ہے۔

احادیثِ نبوی ﷺ میں بھی عوام پر ظلم اور جبر سے بچنے کی تاکید ملتی ہے:

اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (صحیح مسلم)

ترجمہ: "ظلم سے بچو، بے شک ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا سبب ہو گا۔"

استحصالی ٹیکس درحقیقت اجتماعی ظلم کی ایک شکل ہیں۔

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ (مسند احمد)

ترجمہ: "کسی مسلمان کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں۔"

جب ٹیکس جبر اور ناانصافی پر مبنی ہوں تو یہ حدیث اس کی سخت نفی کرتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ (صحیح مسلم)

ترجمہ: "اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے اور ان پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی فرما۔"

یہ حدیث حکمرانوں اور پالیسی سازوں کے لیے واضح تنبیہ ہے کہ وہ عوام پر ناقابلِ برداشت مالی بوجھ نہ ڈالیں۔

اسلام کا معاشی نظام عدل، رحمت اور آسانی پر مبنی ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں استحصالی ٹیکس نہ صرف اخلاقی طور پر غلط بلکہ شرعی اصولوں کے بھی منافی ہیں۔ ایک فلاحی ریاست کی بنیاد اسی وقت مضبوط ہو سکتی ہے جب ٹیکس نظام عوام کی استطاعت اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہو۔

دورِ حاضر میں استحصالی ٹیکسوں کا خاتمہ ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ ان ٹیکسوں کے باعث نہ صرف موجودہ حالات کٹھن ہو چکے ہیں بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی سنگین مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ استحصالی ٹیکس عوام کو ذہنی دباؤ میں مبتلا کر دیتے ہیں اور بعض اوقات یہ دباؤ گھریلو نظام کی تباہی اور انتہائی قدم اٹھانے جیسے المیوں کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ کسی قوم کی استطاعت سے زیادہ بوجھ اس کے کندھوں پر ڈال دیا جائے تو وہ قوم ترقی کے بجائے تنزلی کا شکار ہو جاتی ہے، اور بدقسمتی سے ہمارا ملک بھی اسی سمت گامزن نظر آتا ہے۔

اس کے علاوہ میڈیا اور سول سوسائٹی بھی استحصالی ٹیکسوں کے خاتمے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ عوامی مسائل کو اجاگر کرنا، پالیسی سازوں کو جواب دہ بنانا اور منصفانہ ٹیکس نظام کے حق میں آواز بلند کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ایک باشعور قوم ہی ایسے نظام کو مسترد کر سکتی ہے جو اس کے حقوق سلب کرے اور چند مخصوص طبقات کو فائدہ پہنچائے۔

آخر میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ استحصالی ٹیکسوں کا خاتمہ کسی ایک طبقے یا سیاسی جماعت کا مسئلہ نہیں بلکہ پوری قوم کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ ایک منصفانہ اور متوازن ٹیکس نظام ہی وہ بنیاد فراہم کر سکتا ہے جس پر ایک مضبوط، خوشحال اور خود مختار ریاست کی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے۔ اگر ہم واقعی ایک فلاحی ریاست کا خواب دیکھتے ہیں تو ہمیں

استحصال پر مبنی ٹیکسوں کو ختم کر کے انصاف، مساوات اور شفافیت پر مبنی نظام کو اپنانا ہو گا۔ یہی راستہ قوم کی ترقی اور عوام کی خوشحالی کی ضمانت ہے، اور یہی وہ سنگ میل ہے جس سے ہر شہری کی زندگی میں بہتری ممکن ہے۔